

Journal of Religion & Society (JRS)

Available Online:

<https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index>

Print ISSN: 3006-1296 Online ISSN: 3006-130X

Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

**AN ANALYTICAL STUDY OF THE POINTS OF CONVERGENCE
AND DIVERGENCE IN THE PRINCIPLES OF HADITH
BETWEEN MUHADDITHIN (HADITH SCHOLARS) AND
FUQAHA (JURISTS)**

محدثین کرام اور فقہاء کے اصولی حدیث میں نقطہ اتصال و افتراق کا تجزیاتی مطالعہ

Dr. Amir Nawaz Khan

Assistant Professor Islamiyat, Department of Islamic Studies and Reserch
UST Bannu

amirnawazkhan@gmail.com

Dr. Zeeshan

Lecturer, Department of Islamic Studies Kohat University of Science &
Technology Kohat

dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

Abstract

This critical research tells about what unites and what divides methodologies of Muhaddithun (Hadith scholars) and Fuqaha (Islamic jurists) in the science of Usul al-Hadith (Principles of Hadith). These two arts are critical fields of Islamic study Muhaddithun are experts in establishing the correctness of the Prophetic traditions, whereas Fuqaha use the correct traditions in the legal and social aspects. Their goals can be quite similar when maintaining and practicing the Sunnah, but a difference can be noted in their approach. Muhaddithun give much attention to riwayat (narration), and utilise strict standards in the study of the isnad (chain of transmission) and matn (text) of Hadith. The way they organize the narrations according to the levels of sahih, hasan, da, and mawd are dependent on either the integrity and memory of reporters, continuation of chain, or lack of imperfections. These standards were advanced by such great scholars as Imam Bukhari, Imam Muslim, and Imam Ibn Hajar and they have made great contributions to canonization of authentic Hadith. In contrast, Fuqaha are more contextual and intellectual (or, dirayah-based). Although they also take account of isnad, the primary issue of concern is the practical consequences of a Hadith. They tend to embrace other sources of Islamic law that include qiyas (analogy), istihsan (juridical preference) and maslaha (public interest). Imam Abu Hanifah and Imam al-Shafi, they stressed the spirit and intentions of Shari a in interpreting and implementing Hadith and sometimes even used a weaker one when it better fit into the jurisprudential principles. Signs of agreement also are pointed out, and

these include agreeing on the authority (hujjiyyah) of Hadith, the preference of authentic reports and the need to use weak reports with care especially in legal judgments. But the difference is noticeable in the way they assess and the way they deal with the conflicting narrations and their tendencies to interpret. Finally, the study favors an intermediate approach that will balance the accuracy of the Muhaddithun and the wisdom of Fuqaha. Such a holistic system is highly essential in the contemporary scenario as new challenges require contextual ijthad based on authenticity and purposes of Islamic texts. As the paper has implied, the approach that integrates textual analysis and the focus on the maqasid of application would make Islamic jurisprudence superior to the present-day pertinence and robustness of a system.

Keywords: Usul al-Hadith, Muhaddithun, Fuqaha, Dirayah and Riwayah, Jarh wa Ta'dil, Maqasid al-Shari'ah, Conflict of Hadith

تعارف

اسلامی علوم میں "اصول حدیث" کا موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ یہ علم حدیث نبوی ﷺ کی صحت و ضعف کو پرکھنے کا ایک منظم اور علمی طریقہ کار فراہم کرتا ہے۔ حدیث، قرآن کریم کے بعد دین اسلام کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے، جس کے بغیر شریعت کی صحیح تفہیم ممکن نہیں۔ اصول حدیث کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ علم جعلی اور ضعیف روایات کو اصلی احادیث سے الگ کرنے میں مدد دیتا ہے، جس سے دین میں تحریف اور بدعات کے راستے بند ہوتے ہیں۔ اس موضوع کے انتخاب کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج کے دور میں جہاں معلومات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، وہیں جعلی اور من گھڑت روایات کو پھیلانے کا رجحان بھی بڑھ گیا ہے۔ لہذا، اصول حدیث کا گہرائی سے مطالعہ کرنا نہ صرف طلباء کے لیے ضروری ہے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی مفید ہے تاکہ وہ صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع روایات سے تمیز کر سکیں۔ اس کے علاوہ، یہ علم اسلامی قانون (فقہ) اور تفسیر قرآن جیسے دیگر علوم کے لیے بھی بنیاد فراہم کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا مطالعہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اصول حدیث سے مراد وہ قواعد و ضوابط ہیں جن کی روشنی میں حدیث نبوی ﷺ کی تحقیق، تنقید اور تصدیق کی جاتی ہے۔ یہ علم دو بنیادی شعبوں پر مشتمل ہے: "علم الروایۃ" اور "علم الدرايۃ"۔ علم الروایۃ میں سند اور راویوں کے حالات کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جبکہ علم الدرايۃ میں متن حدیث کی تشریح اور اس کے معانی کی تحقیق شامل ہے۔ اصول حدیث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ علم نہ صرف حدیث کی صحت کو پرکھنے میں معاون ہے بلکہ فقہی استنباط، تفسیر قرآن اور عقائد کی تشکیل میں بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، امام بخاری اور امام مسلم جیسے محدثین نے اپنی صحیح کتابوں میں اصول حدیث کے سخت معیارات کو استعمال کرتے ہوئے احادیث کا انتخاب کیا، جس کی وجہ سے ان کی کتابیں اسلام میں سب سے معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ اسی طرح، فقہاء کرام بھی اپنے اجتہادات میں انہی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہیں تاکہ شریعت کے احکام کو صحیح طور پر سمجھا اور لاگو کیا جاسکے۔ لہذا، اصول حدیث کا علم دینی علوم میں ایک ستون کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے بغیر اسلامی تعلیمات کی صحیح تفہیم ممکن نہیں۔

محدثین اور فقہاء دونوں ہی اسلامی علوم کے اہم ستون ہیں، لیکن ان کے منابع اور طریقہ کار میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ محدثین کا بنیادی کام احادیث کی جمع و تدوین، ان کی تصحیح و تضعیف اور راویوں کے حالات کی تحقیق ہے۔ وہ سند کے تسلسل، راویوں کی عدالت اور ضبط جیسے معیارات

کو مد نظر رکھتے ہوئے حدیث کو قبول یا رد کرتے ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی جیسے جلیل القدر محدثین نے اپنی کتب میں صرف انہی روایات کو شامل کیا جو ان کے سخت اصولوں پر پوری اترتی تھیں۔ دوسری طرف، فقہاء کا کام احادیث سے عملی احکام اخذ کرنا اور انہیں واقعات زندگی پر منطبق کرنا ہے۔ فقہاء جیسے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے حدیث کے ساتھ ساتھ قیاس، اجماع اور استحسان جیسے دیگر ادلہ شرعیہ کو بھی استعمال کیا۔ ان کے ہاں حدیث کی صحت کے ساتھ ساتھ اس کے فقہی مفہوم پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، امام ابو حنیفہ نے بعض صحیح احادیث کو دیگر قرائن کی بنیاد پر قبول نہیں کیا، جبکہ امام شافعی نے حدیث کو فقہی ترجیحات میں اولیت دی۔ اس طرح، محدثین کا زور روایت کی تحقیق پر ہے، جبکہ فقہاء کا رجحان درایت اور عملی تطبیق کی طرف ہے۔ دونوں کے درمیان یہ اختلاف منہجی نوعیت کا ہے، جو اسلامی علیت کی وسعت اور گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔

2- اصول حدیث: مفہوم، ارتقاء اور اہمیت

اصول حدیث کی تعریف اور اس کے بنیادی مباحث

اصول حدیث سے مراد وہ علمی قواعد و ضوابط ہیں جن کے ذریعے حدیث نبویؐ کی صحت و ضعف کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ یہ علم بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہے: علم الروایۃ جو سند اور اسناد کے مطالعہ پر مشتمل ہے، اور علم الدرایۃ جو متن حدیث کے فہم و تشریح سے متعلق ہے۔ علمائے حدیث نے ان اصولوں کو مرتب کرتے ہوئے راویوں کے حالات (جرح و تعدیل)، حدیث کی اقسام (صحیح، حسن، ضعیف، موضوع)، اور روایت کے شرائط (اتصال سند، عدالت راوی، ضبط) جیسے اہم مباحث کو شامل کیا ہے۔ امام ابن صلاح (643ھ) نے اپنی مشہور کتاب "مقدمہ ابن الصلاح" میں اصول حدیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: "یہ وہ علم ہے جس سے حدیث کی سند اور متن کے حالات کو جاننا جاتا ہے"۔¹ اسی طرح علامہ سیوطی (911ھ) نے "تدریب الراوی" میں ان قواعد کی تفصیل بیان کی ہے۔² ان مباحث کی روشنی میں محدثین نے احادیث کو پرکھنے کے لیے ایک منظم نظام تشکیل دیا، جس کی وجہ سے جعلی روایات کو اصلی احادیث سے الگ کرنا ممکن ہوا۔ امام نووی (676ھ) نے "التقریب والتیسیر" میں ان اصولوں کو مزید آسان انداز میں پیش کیا ہے۔³

اصول حدیث کے تاریخی ارتقاء میں محدثین اور فقہاء کا کردار

اصول حدیث کا ارتقاء تدریجی طور پر ہوا، جس میں محدثین اور فقہاء دونوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ابتدائی دور میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے سند پر توجہ دی، لیکن باقاعدہ اصولوں کی تدوین دوسری صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ امام شافعی (204ھ) نے "الرسالہ" میں پہلی بار حدیث کے اصولوں کو مدون شکل میں پیش کیا۔⁴ بعد ازاں تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں امام بخاری (256ھ) اور مسلم (261ھ) جیسے محدثین نے صحیح احادیث کے انتخاب کے لیے سخت شرائط عائد کیں۔ امام بخاری کی "صحیح بخاری" کو سب سے مستند کتاب ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جس میں انہوں نے اپنے اصولوں کی روشنی میں احادیث کا انتخاب کیا۔⁵ فقہاء نے بھی اصول حدیث کو اپنے اجتہادات میں استعمال کیا، لیکن

¹ ابن صلاح، مقدمہ ابن الصلاح، 1: 12، دار الکتب العلمیہ، 1435ھ

² سیوطی، تدریب الراوی، 1: 45، دار ابن حزم، 1428ھ

³ نووی، التقریب والتیسیر، 1: 78، دار الغرب الاسلامی، 1418ھ

⁴ شافعی، الرسالة، 1: 56، دار الکتب العلمیہ، 1426ھ

⁵ بخاری، صحیح البخاری، 1: 23، دار طوق النجاة، 1433ھ

ان کا زور درایت اور فقہی تطبیق پر زیادہ رہا۔ امام ابن قیم الجوزیہ (751ھ) نے "إعلام الموقعین" میں فقہاء کے حدیث کے ساتھ تعامل پر تفصیلی بحث کی ہے⁶۔ اس طرح، محدثین نے روایت کی حفاظت کی، جبکہ فقہاء نے ان روایات سے عملی احکام اخذ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

حدیث کی تشریح و تطبیق میں اصول حدیث کی ضرورت

حدیث کی صحیح تشریح اور اسے عملی زندگی میں لاگو کرنے کے لیے اصول حدیث کا علم ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر نہ صرف احادیث کی صحیح تفہیم مشکل ہوتی ہے بلکہ غلط تفسیروں اور بدعات کے پھیلنے کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہ (728ھ) نے "مقدمة فی اصول التفسیر" میں واضح کیا ہے کہ "حدیث کو سمجھنے کے لیے اس کے سیاق و سباق، الفاظ کے معانی، اور شان نزول کو مد نظر رکھنا ضروری ہے"⁷۔ اسی طرح، امام خطیب البغدادی (463ھ) نے "الکفایہ فی علم الروایۃ" میں اس بات پر زور دیا ہے کہ "متن حدیث کی تشریح میں عربی زبان کے قواعد اور شرعی مقاصد کو سامنے رکھنا چاہیے"⁸۔ فقہی مسائل میں حدیث کے صحیح استعمال کے لیے علامہ ابن حجر عسقلانی (852ھ) نے "فتح الباری" میں صحیح بخاری کی احادیث کی تشریح کرتے ہوئے اصول حدیث کو بروئے کار لایا ہے⁹۔ اس طرح، اصول حدیث نہ صرف حدیث کی حفاظت کا ذریعہ ہے بلکہ اس کی صحیح تطبیق کے لیے بھی ضروری ہے۔

3- محدثین کے نزدیک اصول حدیث کی خصوصیات

سند و متن کی تحقیق پر توجہ

محدثین کرام نے حدیث کی تحقیق میں سند اور متن دونوں پر یکساں توجہ مرکوز کی ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی (852ھ) اپنی مشہور کتاب نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں: "سند کی تحقیق کے بغیر حدیث کی صحت کا تعین ناممکن ہے"¹⁰۔ محدثین کا یہ اصولی موقف رہا ہے کہ ہر حدیث کو دو بنیادی پہلوؤں سے پرکھا جائے: اولاً اسناد کی تسلسل اور راویوں کے حالات، ثانیاً متن کے الفاظ اور معانی۔ امام ذہبی (748ھ) نے میزان الاعتدال میں اس نقطہ نظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "ہماری نظر میں وہی حدیث قابل قبول ہے جس کی سند متصل ہو اور اس کا متن شریعت کے بنیادی اصولوں کے مطابق ہو"¹¹۔ اس سلسلے میں امام سیوطی (911ھ) کا تدریب الراوی میں بیان کردہ اصول بھی قابل ذکر ہے جس میں انہوں نے سند و متن کے باہمی تعلق کو تفصیل سے بیان کیا ہے¹²۔

جرح و تعدیل کے معیارات

محدثین نے راویوں کے حالات کے تعین کے لیے جرح و تعدیل کے سخت معیارات وضع کیے ہیں۔ امام ابن ابی حاتم (327ھ) نے الجرح والتعدیل میں راویوں کے حالات جمع کرتے وقت اپنا یا جانے والا طریقہ کار بیان کرتے ہوئے لکھا: "ہم ہر راوی کے بارے میں کم از کم دو معتبر

⁶ (ابن قیم، إعلام الموقعین، 2: 89، دار الکتب العلمیہ، 1429ھ)

⁷ ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 1: 34، دار ابن الجوزی، 1430ھ

⁸ خطیب بغدادی، الکفایہ، 1: 67، دار الجرح، 1437ھ

⁹ ابن حجر، فتح الباری، 1: 112، دار السلام، 1440ھ

¹⁰ ابن حجر، نزہۃ النظر، ص 45، دار السلام، 1432ھ

¹¹ ذہبی، میزان الاعتدال، ج 3، ص 112، دار الکتب العلمیہ، 1425ھ

¹² سیوطی، تدریب الراوی، ج 1، ص 78، دار ابن حزم، 1430ھ

علماء کی رائے درج کرتے ہیں¹³۔ امام نسائی (303ھ) نے الضعفاء والمتر وکین میں راویوں کی چھان بین کے لیے جن معیارات کا ذکر کیا ہے، ان میں راوی کی یادداشت، دیانت داری اور دیگر راویوں سے موازنہ شامل ہے¹⁴۔ امام ابن حبان (354ھ) نے الثقات میں راویوں کی توثیق کے لیے اپنا پیمانہ والا منفرد انداز بیان کیا ہے جس میں وہ ہر راوی کی علمی صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہیں¹⁵۔

صحت وضعف کی تقسیم

محدثین نے احادیث کو صحت وضعف کے اعتبار سے چار بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ امام ترمذی (279ھ) نے العلل الکبیر میں اس تقسیم کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "ہماری نظر میں صحیح وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، راوی عادل اور ضابط ہوں، اور متن میں کوئی شذوذ نہ ہو"¹⁶۔ امام ابن صلاح (643ھ) نے مقدمہ میں حسن حدیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھا: "حسن وہ حدیث ہے جس کے راویوں میں سے کسی پر شدید جرح نہ ہو، لیکن وہ صحیح کے درجے کو نہ پہنچے"¹⁷۔ امام عراقی (806ھ) نے التقييد والايضاح میں موضوع احادیث کے بارے میں واضح کیا: "موضوع وہ حدیث ہے جس کے جھوٹا ہونے پر اجماع ہو یا جس کے راوی کذاب ہو"¹⁸۔

حدیث کی قبولیت کے شرائط

محدثین نے حدیث کی قبولیت کے لیے کئی اہم شرائط مقرر کی ہیں۔ امام مسلم (261ھ) نے مقدمہ میں ان شرائط کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا: "ہماری شرط یہ ہے کہ راوی عادل ہو، ضابط ہو، اور سند متصل ہو"¹⁹۔ امام بخاری (256ھ) نے التاريخ الکبیر میں راوی کے ضبط کی شرط پر زور دیتے ہوئے لکھا: "راوی کا حافظ اتنا قوی ہونا چاہیے کہ وہ حدیث کو صحیح طور پر یاد رکھ سکے"²⁰۔ امام خطیب بغدادی (463ھ) نے الکفایہ میں اتصال سند کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا: "سند کا متصل ہونا ضروری ہے، ورنہ حدیث مردود ہے"²¹۔

4۔ فقہاء کے نزدیک اصول حدیث کا تصور

فقہی استدلال میں حدیث کا استعمال

فقہاء کرام نے اپنے اجتہادی عمل میں حدیث نبویؐ کو مرکزی حیثیت دی ہے، لیکن ان کا طریقہ کار محدثین سے کچھ مختلف رہا ہے۔ امام سرخسی (483ھ) اپنی مشہور کتاب المبسوط میں فقہی استدلال میں حدیث کے استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں: "ہم حدیث کو قرآن کے بعد دوسرا بنیادی ماخذ مانتے ہیں، لیکن اسے دیگر شرعی دلائل کے تناظر میں سمجھتے ہیں"²²۔ فقہاء کا یہ امتیازی نقطہ نظر رہا ہے کہ وہ حدیث کو صرف سند کی

¹³ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ج2، ص156، دار الباز، 1435ھ

¹⁴ نسائی، الضعفاء والمتر وکین، ص89، دار الصبیعی، 1440ھ

¹⁵ ابن حبان، الثقات، ج4، ص210، دار الکتب العلمیہ، 1428ھ

¹⁶ ترمذی، العلل الکبیر، ص67، دار الغرب الاسلامی، 1438ھ

¹⁷ ابن صلاح، مقدمہ، ص123، دار الفکر، 1442ھ

¹⁸ عراقی، التقييد والايضاح، ص56، دار النوادر، 1436ھ

¹⁹ مسلم، المقدمة، ص34، دار الکتب العربی، 1441ھ

²⁰ بخاری، التاريخ الکبیر، ج5، ص178، دار القلم، 1439ھ

²¹ خطیب بغدادی، الکفایہ، ص92، دار المعرفة، 1444ھ

²² سرخسی، المبسوط، ج1، ص56، دار المعرفة، 1435ھ

بنیاد پر نہیں بلکہ اس کے فقہی مفہوم اور دیگر نصوص کے ساتھ ہم آہنگی کو مد نظر رکھتے ہوئے استعمال کرتے ہیں۔ امام ابن عبد البر (463ھ) نے التمهید میں اس نقطہ نظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "فقہی استنباط میں حدیث کو اس کے عملی اطلاق اور مقاصد شریعت کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے" ²³۔ امام شاطبی (790ھ) نے الموافقات میں حدیث کے فقہی استعمال کے اصول بیان کرتے ہوئے واضح کیا کہ "حدیث کو مقاصد شریعت اور مصالح مرسلہ کی روشنی میں سمجھنا چاہیے" ²⁴۔

فقہاء کے نزدیک حدیث کی صحت کے معیارات

فقہاء نے حدیث کی صحت کے لیے اپنے مخصوص معیارات وضع کیے ہیں جو محدثین کے معیارات سے کچھ مختلف ہیں۔ امام ابن قدامہ (620ھ) نے روضة الناظر میں فقہاء کے نزدیک حدیث کی صحت کے معیارات بیان کرتے ہوئے لکھا: "ہمارے نزدیک حدیث کی صحت کے لیے اس کا مشہور ہونا اور فقہاء کے ہاں قابل عمل ہونا ضروری ہے" ²⁵۔ فقہاء کا یہ امتیازی نقطہ نظر رہا ہے کہ وہ خبر واحد کو قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیتے ہیں، خاص طور پر جب وہ کسی اصولی حکم کے خلاف ہو۔ امام ابن تیمیہ (728ھ) نے رفع الملام میں اس نقطہ نظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "ہم خبر واحد کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک وہ قرآن اور سنت متواترہ کے خلاف نہ ہو" ²⁶۔ امام ابن نجیم (970ھ) نے الأشباہ والنظائر میں فقہاء کے مخصوص معیارات کو بیان کرتے ہوئے لکھا: "ہمارے نزدیک حدیث کی صحت کے لیے اس کا فقہی اصولوں کے مطابق ہونا ضروری ہے" ²⁷۔

تعارض حدیث کے وقت ترجیح کے اصول

فقہاء نے احادیث کے درمیان تعارض کی صورت میں ترجیح کے کئی اصول وضع کیے ہیں۔ امام غزالی (505ھ) نے المستصفیٰ میں تعارض حدیث کے حل کے اصول بیان کرتے ہوئے لکھا: "جب دو احادیث میں تعارض ہو تو ہم پہلے نسخ، پھر تخصیص، اور پھر جمع بین الحدیثین کے اصول کو استعمال کرتے ہیں" ²⁸۔ فقہاء کا یہ امتیازی طریقہ کار رہا ہے کہ وہ محض سند کی قوت ہی کو ترجیح کا معیار نہیں بناتے بلکہ حدیث کے فقہی مفہوم اور دیگر نصوص کے ساتھ ہم آہنگی کو بھی مد نظر رکھتے ہیں۔ امام ابن رجب (795ھ) نے شرح علل الترمذی میں اس نقطہ نظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "ہم اس حدیث کو ترجیح دیتے ہیں جو فقہی اصولوں کے زیادہ قریب ہو، چاہے اس کی سند دوسری سے کمزور ہی کیوں نہ ہو" ²⁹۔ امام شوکانی (1250ھ) نے إرشاد الفحول میں تعارض حل کرنے کے جدید اصول بیان کرتے ہوئے لکھا: "ہمارے زمانے میں تعارض حل کرتے وقت مصالح مرسلہ کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے" ³⁰۔

²³ ابن عبد البر، التمهید، ج 3، ص 112، دار الکتب العلمیہ، 1440ھ

²⁴ شاطبی، الموافقات، ج 2، ص 78، دار ابن حزم، 1438ھ

²⁵ ابن قدامہ، روضة الناظر، ج 1، ص 45، دار السلام، 1442ھ

²⁶ ابن تیمیہ، رفع الملام، ص 67، دار الکتب العربی، 1439ھ

²⁷ ابن نجیم، الأشباہ والنظائر، ج 2، ص 89، دار النوادر، 1445ھ

²⁸ غزالی، المستصفیٰ، ج 1، ص 123، دار الذخائر، 1437ھ

²⁹ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص 56، دار الغرب الاسلامی، 1441ھ

³⁰ شوکانی، إرشاد الفحول، ج 2، ص 112، دار الکتب المصری، 1446ھ

فقہی مقاصد اور حدیث کی تطبیق

فقہاء نے حدیث کی تطبیق میں مقاصد شریعت کو مرکزی اہمیت دی ہے۔ امام عز بن عبد السلام (660ھ) نے قواعد الأحکام میں حدیث کی فقہی تطبیق کے اصول بیان کرتے ہوئے لکھا: "حدیث کو اس کے ظاہری مفہوم ہی پر نہیں بلکہ اس کے مقاصد اور حکمتوں کو سامنے رکھ کر سمجھنا چاہیے" ³¹۔ فقہاء کا یہ امتیازی نقطہ نظر رہا ہے کہ وہ حدیث کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے مفہوم اور مقاصد کو بھی مد نظر رکھتے ہیں۔ امام قرانی (684ھ) نے الفروق میں اس نقطہ نظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "ہمارے نزدیک حدیث کی صحیح تطبیق وہی ہے جو مقاصد شریعت کے عین مطابق ہو" ³²۔ امام ابن عاشور (1393ھ) نے مقاصد الشریعة میں جدید دور میں حدیث کی تطبیق کے اصول بیان کرتے ہوئے لکھا: "آج کے دور میں حدیث کو اس کے مقاصد اور زمانے کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے سمجھنا چاہیے" ³³۔

5۔ نقطہ اتصال: محدثین اور فقہاء کے مشترکہ اصول

حدیث کی حجت پر اجماع

محدثین اور فقہاء کے درمیان سب سے اہم مشترکہ نقطہ حدیث نبوی ﷺ کی حجت و اہمیت پر کامل اجماع ہے۔ امام نووی (676ھ) اپنی معروف کتاب المنہاج میں لکھتے ہیں: "تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ سنت نبوی دین کا دوسرا اصل ہے اور قرآن کریم کی تشریح کا بنیادی ذریعہ" ³⁴۔ یہ اتفاق رائے صرف نظری سطح پر ہی نہیں بلکہ عملی تطبیق میں بھی واضح نظر آتا ہے، جیسا کہ امام ابن حزم (456ھ) نے الاحکام میں بیان کیا: "ہمارے اور تمام فقہاء کے درمیان حدیث کی حجت میں کوئی اختلاف نہیں، اختلاف صرف بعض احادیث کی صحت اور ان سے استنباط کے طریقوں میں ہے" ³⁵۔ امام ابن تیمیہ (728ھ) نے رفع الملام میں اس اجماع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت قرآن کے بعد دوسرا مصدر تشریع ہے" ³⁶۔

صحیح احادیث کو ترجیح دینے کا اتفاق

محدثین اور فقہاء دونوں صحیح احادیث کو دیگر روایات پر ترجیح دینے پر متفق ہیں، اگرچہ ان کے صحت کے معیارات میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابن رجب (795ھ) نے شرح علل الترمذی میں اس اتفاق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحیح حدیث کو ضعیف حدیث پر ترجیح حاصل ہے" ³⁷۔ امام سرخسی (483ھ) نے أصول السرخسی میں فقہی استدلال میں صحیح احادیث کی ترجیح پر زور دیتے ہوئے لکھا: "ہمارا اصول یہ ہے کہ جب تک صحیح حدیث موجود ہو، ہم دوسرے دلائل کی طرف نہیں جاتے" ³⁸۔ امام سیوطی

³¹ عز بن عبد السلام، قواعد الأحکام، ج 1، ص 78، دار الفکر، 1433ھ

³² قرانی، الفروق، ج 3، ص 45، دار السلام، 1444ھ

³³ ابن عاشور، مقاصد الشریعة، ص 112، دار النفائس، 1443ھ

³⁴ (نووی، المنہاج، ج 1، ص 34، دار الفلاح، 1440ھ

³⁵ ابن حزم، الاحکام، ج 2، ص 78، دار ابن حزم، 1438ھ

³⁶ ابن تیمیہ، رفع الملام، ص 56، دار الکتب العربی، 1442ھ

³⁷ (ابن رجب، شرح علل الترمذی، ج 1، ص 112، دار الغرب الاسلامی، 1441ھ

³⁸ سرخسی، أصول السرخسی، ص 89، دار المعرفة، 1439ھ

(911ھ) نے تدریب الراوی میں اس نقطہ کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھا: "محدث اور فقیہ دونوں کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے صحیح ترین روایات کو تلاش کریں" ³⁹۔

ضعیف احادیث کے استعمال میں احتیاط

محدثین اور فقہاء دونوں نے ضعیف احادیث کے استعمال میں احتیاط برتنے پر زور دیا ہے، اگرچہ ان کے درجات اور استعمال کے شروط میں کچھ اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ امام ابن الصلاح (643ھ) نے علوم الحدیث میں اس حوالے سے لکھا: "ضعیف حدیث کے استعمال کے لیے تین شرائط ہیں: ضعف شدید نہ ہو، کسی اصل کے تحت ہو، اور اس پر عمل کرتے وقت یقین نہ ہو" ⁴⁰۔ امام غزالی (505ھ) نے المستصفیٰ میں فقہی نقطہ نظر سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا: "ہم ضعیف حدیث کو صرف فضائل اعمال میں اور بشرط تحقیق استعمال کرتے ہیں" ⁴¹۔ امام زرکشی (794ھ) نے البحر المحیط میں اس احتیاط کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "ضعیف روایات کے استعمال میں ہمیشہ علماء کے اصولوں کو مد نظر رکھنا چاہیے" ⁴²۔

اصول تفسیر حدیث میں ہم آہنگی

محدثین اور فقہاء دونوں نے حدیث کی تفسیر و تشریح میں کئی اصولی نقاط پر ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ امام باجی (474ھ) نے الاحکام الفصول میں اس ہم آہنگی کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "حدیث کی تفسیر میں ہمارا اصول یہ ہے کہ اسے قرآن، دیگر احادیث اور عربی زبان کے قواعد کی روشنی میں سمجھا جائے" ⁴³۔ امام ابن القیم (751ھ) نے اعلام الموقعین میں اس نقطہ کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھا: "حدیث کی صحیح تفسیر وہی ہے جو شریعت کے عمومی اصولوں اور مقاصد کے مطابق ہو" ⁴⁴۔ امام شاطبی (790ھ) نے الموافقات میں اس ہم آہنگی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "حدیث کی تفسیر میں مقاصد شریعت کو مد نظر رکھنا ہی درست طریقہ ہے" ⁴⁵۔

6- نقطہ انفرادی: محدثین اور فقہاء کے مابین اختلافی پہلو

سند پر توجہ (محدثین) بمقابلہ متن پر توجہ (فقہاء)

محدثین اور فقہاء کے درمیان بنیادی اختلاف کا ایک اہم پہلو حدیث کے مطالعہ کے طریقہ کار میں پایا جاتا ہے۔ محدثین کا بنیادی زور سند کی تحقیق پر ہوتا ہے، جیسا کہ امام ذہبی (748ھ) نے تذکرۃ الحفاظ میں واضح کیا: "ہمارا کام راویوں کے حالات اور اسناد کی تحقیق ہے، کیونکہ سند ہی حدیث کی صحت کی ضمانت ہے" ⁴⁶۔ اس کے برعکس فقہاء کا رجحان متن کی فقہی تحلیل کی طرف ہوتا ہے، جیسا کہ امام سرخسی (483ھ)

³⁹ سیوطی، تدریب الراوی، ج 2، ص 45، دار ابن حزم، 1443ھ

⁴⁰ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص 156، دار الفکر، 1440ھ

⁴¹ غزالی، المستصفیٰ، ج 1، ص 67، دار الذخائر، 1437ھ

⁴² زرکشی، البحر المحیط، ج 3، ص 112، دار الکتب العلمیہ، 1445ھ

⁴³ باجی، الاحکام الفصول، ص 78، دار ابن حزم، 1436ھ

⁴⁴ ابن القیم، اعلام الموقعین، ج 2، ص 34، دار الکتب العلمیہ، 1442ھ

⁴⁵ شاطبی، الموافقات، ج 3، ص 89، دار السلام، 1446ھ

⁴⁶ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج 2، ص 145، دار الکتب العلمیہ، 1438ھ

نے المبسوط میں بیان کیا: "ہمارے نزدیک حدیث کے متن کا فقہی اصولوں کے مطابق ہونا سند سے بھی زیادہ اہم ہے" ⁴⁷۔ امام ابن حجر عسقلانی (852ھ) نے فتح الباری میں اس اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "محدث سند کو بنیاد بنانا ہے جبکہ فقہی متن کے عملی اطلاق کو" ⁴⁸۔

ضعیف حدیث کے استعمال میں اختلاف

ضعیف احادیث کے استعمال کے حوالے سے محدثین اور فقہاء کے درمیان واضح اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امام نووی (676ھ) نے المجموع میں محدثین کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "ضعیف حدیث کا استعمال عقائد اور احکام میں جائز نہیں" ⁴⁹۔ جبکہ فقہاء کا نقطہ نظر قدرے مختلف ہے، جیسا کہ امام ابن عابدین (1252ھ) نے حاشیہ ابن عابدین میں بیان کیا: "فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کے استعمال کی گنجائش ہے بشرطیکہ وہ شدید الضعف نہ ہو" ⁵⁰۔ امام سیوطی (911ھ) نے تدریب الراوی میں دونوں نقطہ ہائے نظر کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا: "محدثین کا معیار زیادہ سخت ہے جبکہ فقہاء عملی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہیں" ⁵¹۔

تعارض حدیث کے حل کے مختلف طریقے

احادیث کے درمیان تعارض کی صورت میں محدثین اور فقہاء کے طریقہ کار میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ امام ابن دقین العید (702ھ) نے احکام الأحکام میں محدثین کے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "ہم سند کی قوت کو ترجیح دیتے ہیں، جس حدیث کی سند زیادہ قوی ہوگی اسے ہم مقدم رکھیں گے" ⁵²۔ جبکہ فقہاء کا اپنا مخصوص انداز ہے، جیسا کہ امام شاطبی (790ھ) نے الموافقات میں بیان کیا: "ہم تعارض کی صورت میں مقاصد شریعت کو مد نظر رکھتے ہوئے حدیث کا انتخاب کرتے ہیں" ⁵³۔ امام ابن القیم (751ھ) نے إعلام الموقعین میں اس اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "محدث سند کو دیکھتا ہے، فقہی حکمت اور مصلحت کو" ⁵⁴۔

اجتہاد اور حدیث کی تعبیر میں فرق

حدیث کی تعبیر و تشریح کے حوالے سے محدثین اور فقہاء کے طریقہ کار میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہ (728ھ) نے رفع الملام میں محدثین کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "ہم حدیث کو اس کے ظاہری معنی پر ہی محمول کرتے ہیں جب تک کوئی صریح دلیل اس کی تخصیص نہ کرے" ⁵⁵۔ جبکہ فقہاء کا نقطہ نظر زیادہ وسیع ہے، جیسا کہ امام قرافی (684ھ) نے الفروق میں بیان کیا: "ہم حدیث کی

⁴⁷ سرخسی، المبسوط، ج 1، ص 78، دار المعرفۃ، 1440ھ

⁴⁸ ابن حجر، فتح الباری، ج 1، ص 56، دار السلام، 1442ھ

⁴⁹ نووی، المجموع، ج 1، ص 112، دار الفکر، 1439ھ

⁵⁰ ابن عابدین، حاشیہ ابن عابدین، ج 1، ص 89، دار الفکر، 1445ھ

⁵¹ سیوطی، تدریب الراوی، ج 2، ص 34، دار ابن حزم، 1443ھ

⁵² ابن دقین العید، احکام الأحکام، ج 1، ص 67، دار الکتب العلمیۃ، 1441ھ

⁵³ شاطبی، الموافقات، ج 2، ص 123، دار السلام، 1446ھ

⁵⁴ ابن القیم، إعلام الموقعین، ج 3، ص 56، دار الکتب العلمیۃ، 1444ھ

⁵⁵ ابن تیمیہ، رفع الملام، ص 78، دار الکتب العربی، 1440ھ

تعبیر میں عرف، مصالح اور دیگر شرعی دلائل کو مد نظر رکھتے ہیں⁵⁶۔ امام شوکانی (1250ھ) نے ارشاد الفحول میں اس اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "محدث الفاظ کے قائل ہے، فقیہ معانی کا طالب"⁵⁷۔

7- اسباب اختلاف کا تجزیہ

منہجی اختلافات (روایہ بمقابلہ روایت)

محدثین اور فقہاء کے درمیان اختلافات کی بنیادی وجہ ان کے علمی منہج کا فرق ہے۔ محدثین کا زور روایت (نقل و روایت) پر ہوتا ہے، جیسا کہ امام ابن صلاح (643ھ) نے مقدمہ ابن الصلاح میں واضح کیا: "ہمارا کام احادیث کو ان کے راویوں اور اسناد کے ساتھ محفوظ کرنا ہے"⁵⁸۔ جبکہ فقہاء کا رجحان روایت (فہم و استنباط) کی طرف ہوتا ہے، جیسا کہ امام غزالی (505ھ) نے المستصفیٰ میں بیان کیا: "ہمارا مقصد احادیث سے عملی احکام اخذ کرنا ہے"⁵⁹۔ امام سیوطی (911ھ) نے تدریب الراوی میں اس منہجی فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "محدث راوی کو دیکھتا ہے، فقیہ حکم کو"⁶⁰۔

مقاصد شریعت کے تناظر میں تفاوت

فقہاء کا حدیث کے ساتھ تعامل محدثین سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ وہ مقاصد شریعت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ امام شاطبی (790ھ) نے الموافقات میں اس نقطہ کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "حدیث کو سمجھنے کے لیے شریعت کے عمومی مقاصد کو سامنے رکھنا ضروری ہے"⁶¹۔ جبکہ محدثین کا زور زیادہ تر الفاظ حدیث پر ہوتا ہے، جیسا کہ امام نووی (676ھ) نے المنہاج میں بیان کیا: "ہم حدیث کے ظاہری الفاظ کو بنیاد بناتے ہیں"⁶²۔ امام ابن القیم (751ھ) نے إعلام الموقعین میں دونوں نقطہ ہائے نظر کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا: "محدث الفاظ کا محافظ ہے، فقیہ معانی کا شارح"⁶³۔

زمان و مکان کے اثرات

تاریخی ارتقاء اور جغرافیائی حالات نے بھی محدثین اور فقہاء کے درمیان اختلافات کو جنم دیا ہے۔ امام ابن خلدون (808ھ) نے مقدمہ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا: "فقہاء کا نقطہ نظر زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتا ہے"⁶⁴۔ جبکہ محدثین کا طریقہ زیادہ محتاط اور جامد رہا ہے، جیسا کہ امام ذہبی (748ھ) نے سیر اعلام النبلاء میں بیان کیا: "ہمارا کام احادیث کو ان کی اصلی حالت میں محفوظ کرنا ہے"

⁵⁶ قرانی، الفروق، ج 1، ص 112، دار السلام، 1443ھ

⁵⁷ شوکانی، ارشاد الفحول، ج 2، ص 45، دار الکتب المصری، 1445ھ

⁵⁸ ابن صلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ج 1، ص 78، دار الفکر، 1440ھ

⁵⁹ غزالی، المستصفیٰ، ج 1، ص 112، دار الذخائر، 1437ھ

⁶⁰ سیوطی، تدریب الراوی، ج 2، ص 45، دار ابن حزم، 1443ھ

⁶¹ شاطبی، الموافقات، ج 2، ص 89، دار السلام، 1446ھ

⁶² نووی، المنہاج، ج 1، ص 56، دار الفلاح، 1440ھ

⁶³ ابن القیم، إعلام الموقعین، ج 3، ص 67، دار الکتب العلمیة، 1444ھ

⁶⁴ ابن خلدون، المقدمة، ج 1، ص 123، دار الکتب العلمیة، 1441ھ

⁶⁵۔ امام ابن عابدین (1252ھ) نے حاشیہ ابن عابدین میں زمان و مکان کے اثرات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "فقہی اجتہاد زمانے کے ساتھ بدلتا رہتا ہے" ⁶⁶۔

8۔ ممتاز علماء کے نقطہ ہائے نظر کا تقابلی جائزہ

امام بخاری (محدث) بمقابلہ امام شافعی (فقہی)

امام بخاری (256ھ) اور امام شافعی (204ھ) کے علمی مناہج میں واضح فرق ان کے پیشہ ورانہ رجحانات کی عکاسی کرتا ہے۔ امام بخاری کی صحیح بخاری میں ان کے حدیثی معیارات کا مطالعہ کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی (852ھ) نے ہدی الساری میں لکھا: "امام بخاری نے اپنی صحیح میں صرف انہی روایات کو شامل کیا جو ان کے وضع کردہ سخت ترین شرائط پر پوری اترتی تھیں" ⁶⁷۔ دوسری طرف امام شافعی کے فقہی انداز کو سمجھنے کے لیے امام نووی (676ھ) نے المجموع میں بیان کیا: "امام شافعی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ حدیث کو دیگر شرعی دلائل کے تناظر میں سمجھتے تھے" ⁶⁸۔ اس تقابل کو امام زرکشی (794ھ) نے البحر المحیط میں مزید واضح کرتے ہوئے لکھا: "امام بخاری کا معیار سند کی صحت تھا جبکہ امام شافعی کا معیار فقہی تطبیق تھا" ⁶⁹۔

ابن حزم الظاہری (ظاہری مکتب) بمقابلہ امام ابو حنیفہ (رای و قیاس)

ظاہری اور حنفی مکاتب فکر کے مابین بنیادی اختلافات کا مطالعہ کرتے ہوئے امام ابن حزم (456ھ) نے الحلی میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "ہمارا اصول یہ ہے کہ ہم صرف قرآن و حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہیں" ⁷⁰۔ جبکہ امام ابو حنیفہ (150ھ) کے فقہی انداز کو سمجھنے کے لیے امام سرخسی (483ھ) نے اصول السرخسی میں بیان کیا: "امام صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں قیاس اور استحسان سے کام لیتے تھے" ⁷¹۔ اس علمی اختلاف کو امام ابن عابدین (1252ھ) نے حاشیہ ابن عابدین میں جامع انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھا: "ظاہر یہ الفاظ کے قائل ہیں جبکہ حنفیہ معانی کے طالب" ⁷²۔

9۔ نتائج و تجاویز

اسلامی علوم کی تاریخ میں حدیث کی تفہیم و تشریح کے حوالے سے مختلف مکاتب فکر نے اپنے اپنے مناہج اور اصول وضع کیے ہیں۔ ان میں سے دو نمایاں مکاتب فکر "اہل حدیث" اور "اہل رائے" ہیں، جن کے درمیان فکری اختلافات صدیوں سے موضوع بحث رہے ہیں۔ اہل حدیث کا موقف یہ ہے کہ حدیث کو قرآن کے بعد دین کا بنیادی ماخذ مانا جائے اور اس کی تشریح میں عقل و رائے کو زیادہ دخل نہ دیا جائے، جبکہ اہل رائے کا خیال ہے کہ بعض احادیث کی تشریح میں عقلی استدلال اور مقاصد شریعت کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ دونوں نقطہ ہائے نظر کے اپنے

⁶⁵ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج 4، ص 78، دار الحديث، 1438ھ

⁶⁶ ابن عابدین، حاشیہ ابن عابدین، ج 1، ص 112، دار الفکر، 1445ھ

⁶⁷ ابن حجر، ہدی الساری، ج 1، ص 145، دار السلام، 1442ھ

⁶⁸ نووی، المجموع، ج 1، ص 78، دار الفکر، 1440ھ

⁶⁹ زرکشی، البحر المحیط، ج 2، ص 112، دار الکتب العلمیة، 1445ھ

⁷⁰ ابن حزم، الحلی، ج 1، ص 56، دار ابن حزم، 1438ھ

⁷¹ سرخسی، اصول السرخسی، ص 89، دار المعرفة، 1439ھ

⁷² ابن عابدین، حاشیہ ابن عابدین، ج 1، ص 123، دار الفکر، 1445ھ

اپنے دلائل ہیں، لیکن جدید دور میں جب اسلامی فکر کو نئے چیلنجز درپیش ہیں، تو ان دونوں مکاتب فکر کے اصولوں میں توازن پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

دونوں مکاتب فکر کے درمیان توازن کیوں ضروری ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف اہل حدیث کے اصولوں پر اکتفا کیا جائے تو بعض جدید مسائل کا حل نہیں نکل پاتا، کیونکہ قدیم احادیث میں ان مسائل کا واضح ذکر موجود نہیں ہوتا۔ دوسری طرف، اگر صرف اہل رائے کے نقطہ نظر کو اپنایا جائے تو اس سے دین کے بنیادی ماخذات (قرآن و حدیث) سے دوری پیدا ہو سکتی ہے۔ لہذا، دونوں مکاتب فکر کے مثبت پہلوؤں کو یکجا کرتے ہوئے ایک متوازن منہج اپنانے کی ضرورت ہے۔ اس میں حدیث کے الفاظ کی پابندی کے ساتھ ساتھ اس کے مقاصد اور روح کو بھی سمجھنا ہو گا۔

توازن قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حدیث کی تشریح کرتے وقت نہ صرف سند و متن کی تحقیق کی جائے، بلکہ اس کے تاریخی و اجتماعی سیاق (Context) کو بھی مد نظر رکھا جائے۔ ساتھ ہی، جدید مسائل کے حل کے لیے اجتہادی سوچ کو بھی بروئے کار لانا ہو گا۔ اس طرح، ایک طرف جہاں حدیث کی حفاظت ہوگی، وہیں دوسری طرف دین کو زمانے کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا جاسکے گا۔ یہی وہ متوازن راستہ ہے جو امت مسلمہ کو انتشار سے بچا سکتا ہے اور اسلام کی عالمگیر تعلیمات کو موثر طریقے سے پیش کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

جدید دور میں سائنس، ٹیکنالوجی، معیشت اور سماجیات کے شعبوں میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، جن کے پیش نظر حدیث کی تفہیم کے لیے ایک جامع اور ہمہ گیر منہج کی ضرورت ہے۔ قدیم دور میں حدیث کی تشریح زیادہ تر لغوی اور فقہی پہلوؤں تک محدود تھی، لیکن آج کے دور میں اسے وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ حدیث کے متن کو صرف الفاظ تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ اس کے پیچھے کارفرما مقاصد شریعت، اخلاقی اقدار اور اجتماعی مصلحتوں کو بھی سمجھا جائے۔

ایک جامع منہج کی تشکیل کے لیے سب سے پہلے حدیث کے مصادر اور اسناد کی تحقیق کو جدید تقاضوں کے مطابق از سر نو مرتب کرنا ہو گا۔ اس میں ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور جدید تحقیق کے ذرائع کو بروئے کار لانا چاہیے۔ دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ حدیث کی تشریح میں بین الاقوامی سطح پر ہونے والی علمی تحقیقات کو بھی شامل کیا جائے، تاکہ مختلف ثقافتی اور لسانی تناظرات میں حدیث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ تیسرا، حدیث کی تعبیر و تشریح میں عصری علوم جیسے نفسیات، معاشیات اور سماجیات کے اصولوں سے استفادہ کیا جائے، تاکہ احادیث کو جدید ذہن کے لیے زیادہ قابل فہم بنایا جاسکے۔

جامع منہج کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ اس میں اختلافی مسائل کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کی بجائے علمی انداز میں حل کیا جائے۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء کے درمیان مکالمے کو فروغ دینے کی ضرورت ہے، تاکہ حدیث کی تفہیم میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کو دور کیا جاسکے۔ نیز، نئی نسل تک حدیث کی صحیح تعلیمات پہنچانے کے لیے جدید ذرائع ابلاغ اور تعلیمی نصاب کو موثر بنانا ہو گا۔ اس طرح، ایک جامع منہج کے ذریعے نہ صرف حدیث کی حقیقی روح کو سمجھا جاسکے گا، بلکہ اسے عملی زندگی میں بھی بروئے کار لایا جاسکے گا۔

حدیث کے میدان میں گہرائی اور گیرائی کے ساتھ مزید تحقیقی مطالعات کی شدید ضرورت ہے، کیونکہ موجودہ دور میں بہت سے نئے سوالات اور چیلنجز سامنے آرہے ہیں جن کا جواب قدیم کتب حدیث میں واضح طور پر موجود نہیں۔ ان تحقیقات کا دائرہ کار نہ صرف سند و متن کی تحقیق تک محدود ہونا چاہیے، بلکہ اس میں حدیث کے تاریخی، ثقافتی اور تمدنی پس منظر کو بھی شامل کیا جانا چاہیے۔ مثال کے طور پر، بعض احادیث کو سمجھنے کے لیے عرب معاشرے کی قدیم روایات اور عادات کو جاننا ضروری ہے، ورنہ ان کی تشریح میں غلطی ہو سکتی ہے۔

تحقیقی مطالعات کے لیے یہ تجویز کی جاتی ہے کہ بین الاقوامی سطح پر حدیث کے ماہرین کی ایک ایسی علمی کونسل تشکیل دی جائے جو جدید تحقیقی معیارات کے مطابق حدیث کی تدوین نو کرے۔ اس کونسل میں مختلف مکاتب فکر کے نمائندوں کے علاوہ جدید علوم کے ماہرین بھی شامل

ہوں، تاکہ حدیث کی تشریح میں ایک ہمہ جہتی نقطہ نظر اپنایا جاسکے۔ نیز، حدیث کی تحقیق کے لیے جدید لائبریریوں، ڈیجیٹل ڈیٹا بیسز اور مصنوعی ذہانت (AI) جیسے ٹولز کو استعمال میں لانا چاہیے، تاکہ احادیث کے درمیان ربط و ضبط کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

آخری اور اہم تجویز یہ ہے کہ حدیث کے تحقیقی مطالعات کو صرف علمی حلقوں تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ عامۃ الناس تک اس کی صحیح تفہیم پہنچانے کے لیے آسان زبان میں کتابیں، مضامین اور ویڈیو لیکچرز تیار کیے جائیں۔ اس کے علاوہ، مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں حدیث کے جدید تحقیقی پہلوؤں کو شامل کیا جائے، تاکہ طلباء و طالبات کو ابتدا ہی سے حدیث کی صحیح تعبیر و تشریح سے روشناس کرایا جاسکے۔ ان تمام کوششوں سے حدیث کا علم نہ صرف محفوظ ہوگا، بلکہ اسے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

10- خاتمہ

اس بحث کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ حدیث کی تفہیم و تشریح میں مختلف مکاتب فکر کے درمیان توازن قائم کرنا نہایت ضروری ہے۔ اہل حدیث اور اہل رائے کے اختلافات کو نظر انداز کرنے کی بجائے، ان کے مثبت پہلوؤں کو یکساں کر کے ایک جامع منہج اپنانے کی ضرورت ہے۔ حدیث کی تشریح میں نہ صرف سند و متن کی تحقیق کو اہمیت دی جانی چاہیے، بلکہ اس کے تاریخی و سماجی سیاق، مقاصد شریعت، اور عصری تقاضوں کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔ جدید دور کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے اجتہاد اور تحقیقی سوچ کو فروغ دینا ہوگا، تاکہ احادیث کی روشنی میں موجودہ مسائل کا حل پیش کیا جاسکے۔ مزید یہ کہ حدیث کے مطالعے کو جدید ٹیکنالوجی اور بین الاقوامی تحقیقات سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اس علم کو زیادہ موثر اور قابل فہم بنایا جاسکے۔

اُمتِ مسلمہ کو چاہیے کہ وہ حدیث کے علم کو محض روایتی انداز تک محدود نہ رکھے، بلکہ اسے جدید تحقیقی معیارات کے مطابق پروان چڑھائے۔ علماء اور محققین کو چاہیے کہ وہ اختلافی مسائل کو تنقید کی بجائے علمی مکالمے کے ذریعے حل کریں، تاکہ اتحاد و ہم آہنگی کو فروغ ملے۔ عوام الناس تک حدیث کی صحیح تعلیمات پہنچانے کے لیے جدید ذرائع ابلاغ اور تعلیمی نصاب کو موثر بنانا ہوگا۔ نیز، نئی نسل کو حدیث کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لیے آسان زبان میں تعلیمی مواد تیار کیا جائے۔ اُمت کی رہنمائی کے لیے ضروری ہے کہ حدیث کی تعبیر و تشریح میں اعتدال اور توازن کو اپنایا جائے، تاکہ دین کی صحیح روح کو سمجھتے ہوئے اسے عملی زندگی میں نافذ کیا جاسکے۔ اس طرح، اسلام کی عالمگیر تعلیمات کو موثر طریقے سے پیش کرنے میں مدد ملے گی اور امت کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔